ایک چراغ اور بجھا!

سید منور حسن

محمود اعظم فاروقی رحمہ اللہ بھی اپنے رب سے جا ملے!

کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ - وَّیَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ (الرحمٰن ۵۵:۲۶-۲۷)' رہے نام اللہ کا!!

محمود اعظم فاروقی' نصف صدی سے زائد جماعت کے ساتھ بحیثیت رکن وابستہ رہے۔ اس دوران انھوں نے سرکاری ملازمت ترک کر کے بے روزگاری کا سامنا بھی کیا' قید و بند کے مراحل سے بھی گزرے---- اور ۱۹۶۴ میں جب ساری قیادت پابند سلاسل ٹھہری اور جماعت غیر قانونی قرار پائی تو حکومت سے قانونی جنگ لڑنے اور جماعت کو اپنے پیروں پر کھڑا رکھنے اور گرفتار شدگان کے اہل خانہ کی تشفی کا سامان کرنے کے لیے چودھری رحمت الٰہی اور مصباح الاسلام فاروقی مرحوم کے ساتھ سرگرم اور مستعد رہے۔

۱۹۵۷ میں "ماچھی گوٹھ" سے بھی گزرے۔ خود انھوں نے بتایا کہ وہ ذہنی طور پر مضطرب تھے' بے چینی اور بے یقینی نے انھیں آگھیرا تھا اور وہ اپنے اندر کئی طوفان اٹھتے دیکھ رہے تھے' لیکن چودھری غلام محمدؒ کے تدبر اور دیگر رفقا کی ہم رکابی اور "موج ہے دریا میں اور بیرون دریا کچھ نہیں" کے احساس نے اجتماعیت سے دور نہ ہونے دیا۔

فاروقی صاحب پر یہ مراحل بار بار آئے---- جس وقت جماعت نے پاکستان قومی اتحاد کے فیصلے کے مطابق ضیاء الحق مرحوم سے تعاون کا فیصلہ کیا---- فاروقی صاحب اس وقت بھی شدید ذہنی دباؤ کا شکار ہوئے۔ انشراح صدر کی پونجی ادھر ادھر کر بیٹھے' یکسوئی کی دولت بکھرتی نظر آئی لیکن جماعتی فیصلے پر کاربند رہے۔ اداروں اور اجلاسوں میں اپنی نپی تلی رائے کا اظہار کرتے رہے۔ تکلم کا ان کا اپنا انداز تھا۔ کسی کے ساتھ رو رعایت کے قائل نہ تھے' بڑا ہو یا چھوٹا۔ تند و تیز جملے اور الفاظ کی کاٹ' کبھی کبھار تلخی بھی گھول دیتے تھے لیکن اپنائیت اور جماعت کی خیر خواہی کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی۔ ان کا پیرایہ اظہار' انفرادیت لیے ہوئے تھا۔

ابھی حال ہی میں ایک بار پھر انھیں جماعتی زندگی میں اشکال پیدا ہوا۔ نامہ و پیام' سوال و جواب'

اعتراضات کی یورش، میں نے ان سے طویل گفتگو کی تو گویا ہوئے: "تم نے مجھے لاجواب تو کر دیا لیکن اطمینان نہیں ہوا، شاید کچھ وقت لگے"۔

پچپن سال سمع و اطاعت کے جماعتی نظم سے وابستہ رہنا، خود ایک اعزاز ہے۔ یہ بڑا مشکل اور کٹھن کام ہے۔ ذاتی پسند اور ناپسند کے پیمانے ٹوٹ ٹوٹ جاتے ہیں۔ اجتماعی مفاد اور اجتماعی ترجیحات اپنے آپ کو منواتی ہیں اور فرد کی تربیت اور تزکیے کا عنوان فراہم ہو جاتا ہے۔ ع پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

حقیقت یہ ہے کہ جب تک رضائے الٰہی کی طلب دل میں رچی بسی نہ ہو اور حصول جنت آرزوؤں کا محور نہ بن جائے، ممکن نہیں ہے کہ طبیعت کے میلان اور مزاج کی اٹھان سے متصادم آرا اور فیصلے قبول کیے جا سکیں اور حضرت عمرؓ کا یہ قول قلب و ذہن میں فیصل ہو جائے کہ اسلام بغیر جماعت کے نہیں، اور جماعت بغیر امارت کے نہیں، اور امارت بغیر اطاعت کے نہیں۔

فاروقی صاحب نے اٹھتر سال عمر پائی اور بھرپور زندگی گزاری۔ مغربی پاکستان اسمبلی کے وہ اس وقت رکن رہے (۱۹۶۵) جب امیر محمد خان کالاباغ گورنر تھے اور حبیب جالب پکار پکار کر کہہ رہے تھے:

کب سے کالے باغوں نے آدمی کو گھیرا ہے مشعلیں کرو روشن دُور تک اندھیرا ہے

فاروقی صاحب مشعلیں روشن کرتے رہے، جبر کی پالیسیوں کو آڑے ہاتھوں لیتے رہے اور اندھیروں کا مقابلہ اجالوں سے کرتے رہے۔ فاروقی صاحب پاکستان کی قومی اسمبلی (۱۹۷۱-۱۹۷۷) کے رکن بھی رہے۔ ۱۹۷۷ کے قومی انتخابات میں بھی وہ کامیاب ہوئے، لیکن اسمبلی میں نہ بیٹھ سکے۔ انتخابات کالعدم قرار پائے۔ کراچی یونی ورسٹی سینیٹ کے رکن بھی رہے اور اس سے قبل بلدیہ کراچی کے کونسلر بھی منتخب ہوئے۔ ایک منجھے ہوئے پارلیمنٹیرین کی حیثیت سے خوب خوب اپنا لوہا منوایا۔ برجستگی، حاضر جوابی، چٹکلے، لطیفے، شعر گوئی اور پھر سنجیدگی و متانت کے ساتھ ایشوز پر اظہار خیال، بجٹ، قانون سازی اور ۱۹۷۱ کی اسمبلی میں دستور سازی میں بھرپور تیاری کے ساتھ شرکت --- اردو اور انگریزی زبانوں پر عبور اور فارسی شعر و ادب کا ذوق، ان کی تقریر اور گفتگو کو چار چاند لگا دیتا تھا۔ جماعت اسلامی اور حزب اختلاف کی نمایندگی کا حق ادا کرتے رہے۔

پیشے کے اعتبار سے اکاؤنٹنٹ تھے۔ جماعت کے مالی امور پر جب بات کرتے تھے تو پائی پائی کا حساب طلب کر لیتے تھے اور چمڑی جائے دمڑی نہ جائے کا اسلوب اپناتے تھے۔ لہجے کی تلخی عیاں تھی اور احتساب کی میزان، حساب کے بغیر ہٹنے نہ دیتے تھے۔

تقسیم ہند کے بعد ہجرت کر کے پاکستان آئے، سرکاری ملازمت میں تھے کہ حکومت پاکستان نے اعلان کر دیا کہ سیاسی جماعتوں کے ارکان ملازمت میں نہیں رہ سکتے۔ اس زمانے میں سرکاری ملازمت بڑی نعمت جانی جاتی تھی، سماجی مرتبے کی علامت سمجھی جاتی تھی لیکن فاروقی صاحب نے بغیر کسی تردد و ادنیٰ تامل کے، ملازمت سے

استعفادے دیا اور تحریک اقامت دین کی زکنیت چھوڑنے کا تصور بھی قریب نہ پھٹکنے دیا۔ پلٹ کر یہ بھی نہ سوچا کہ معاش کا کیا بنے گا، کیا کھائیں گے اور کہاں سے لائیں گے۔ اللہ نے اس ایثار کو قبول کیا اور بقول فاروقی صاحب کے، جتنے افراد نے بھی سرکاری ملازمت سے استعفادے کر جماعت سے وابستگی کو برقرار رکھا، سب ہی خوب پھلے پھولے اور اللہ نے رزق کے دروازے ان سب پر کھول دیے۔

فاروقی صاحب کا شعری ذوق بھی پائے کا تھا۔ اردو اور فارسی کے ان گنت اشعار یاد تھے اور برجستہ انھیں پڑھتے تھے۔ مشاعروں میں شرکت ان کا محبوب مشغلہ تھا، حافظہ بھی اچھا تھا، اچھے شعر فوراً یاد ہو جاتے تھے۔ قصہ گوئی اور لطائف سے محفل سجاتے تھے۔ مجلس آرائی ان پر ختم تھی۔ اسی لیے نوجوانوں، ادبی ذوق رکھنے والوں اور، کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے ۔۔۔۔ کے متوالوں کو ان کے گرد اکٹھا رہنے کا عنوان مل جاتا تھا۔

ہر ایک کی خوشی میں شرکت اور ہر ایک کا غم بانٹنا، فاروقی صاحب کا امتیازی وصف تھا۔ ہر متاثر فرد کے گھر تعزیت کے لیے چل کر جانا اور جس نے بھی دعوت دی ہو، اس کے در پر پہنچنا، ان کی ایسی خوبی تھی جو قابل ذکر بھی ہے اور قابل تقلید بھی۔ کراچی جیسے مصروف اور لمبے لمبے فاصلوں والے شہر میں جسے یہ فرض ادا کرنا ہو، اسے روزانہ ہی وقت کا ایک معتدبہ حصہ اس کام میں صرف کرنا ہوتا ہے اور فاروقی صاحب نے اس بارے میں اچھی مثال چھوڑی ہے۔

فاروقی صاحب مسلسل گھنٹوں کام کرنے اور کم وقت میں زیادہ کام کرنے کی بڑی صلاحیت رکھتے تھے۔ جنھوں نے ان کے ساتھ کام کیا ہے وہ اس کے گواہ ہیں کہ بے تکان کام کرنا، چاق و چوبند رہنا اور ایک لمحہ ضائع کیے بغیر کام میں جتے رہنا ان کی عادت تھی۔ وہ ایسی ہی کارکردگی کا مطالبہ اپنے رفقا سے بھی کرتے تھے اور اکثر سست روی اور بوجھل کر دینے والے رویوں کی خبر بھی لے لیتے تھے۔ تنظیم جماعت کو فعال اور متحرک رکھنے میں فاروقی صاحب کی یہ خصوصیت ان کی پہچان بن گئی تھی۔

جماعت اسلامی ایک دینی تحریک ہے۔ یہ اپنے جلو میں چلنے والوں، اپنی ڈالیوں پر بسیرا کرنے والوں کو دینی رنگ میں رنگ دیتی ہے۔ فاروقی صاحب کا تعلیمی پس منظر مشنری تعلیمی اداروں کا تھا۔ سماجی اعتبار سے بھی کھاتے پیتے زمیندارانہ ماحول سے نسبت تھی۔ لیکن ۱۹۴۳ء میں جماعت سے عشق ہو جانے کے بعد سے مسلسل اس رنگ میں رنگتے گئے، صبغة اللہ جسے کہیں۔ نماز باجماعت پڑھنے کی پختہ عادت، مطالعے کا ذوق اور اس میں باقاعدگی، رفقا سے رابطے، رات دیر گئے تک جماعتی سرگرمیوں میں مصروف رہنا اور تاخیر سے سونے کے باوجود، فجر کی نماز مسجد میں باجماعت ادا کرنا، شوریٰ اور دیگر تمام اجتماعات میں پابندی وقت کا خصوصی خیال رکھنا، ایسے معمولات تھے جو ہنگامی حالات میں بھی متاثر نہ ہوتے تھے۔ اپنے عزیز و اقارب اور رشتے داروں کے لیے انھوں نے ہفتے میں ایک دن مختص کیا ہوا تھا تاکہ اس دائرے کے حقوق بھی ادا ہو سکیں۔

انسانوں کی اجتماعیت میں کسی کا روٹھ جانا، کسی کا نظرانداز ہو جانا، کاررواں سے ٹوٹ جانا، حرم سے بدگمان ہو جانا، تصورات کی مالا سے موتیوں کا بکھر جانا ---- ایک فطری عمل ہے۔ جہاں چار برتن ہوں گے، کھنکا تو ہو گا۔ لہٰذا شب و روز کے اجتماعات، شورائیں، احتساب اور جائزے، تبادلہ خیال اور کلامی بحثیں ---- نازک آبگینوں کو سنبھال سنبھال کر رکھنے کی کوشش کے باوجود، ٹھیس پہنچانے کا وافر سامان فراہم کر دیتی ہیں۔ کوئی تندی گفتار کا رسیا، کوئی گرمئی گفتار کا عادی، کسی کا پیمانہ اس طرح لبالب بھرا ہوا کہ اشارہ ابرو پر چھلک چھلک جائے۔ فاروقی صاحب خود بھی اس کلچر کو فروغ دیتے تھے اور اس لے کو بڑھانے میں کسی سے پیچھے نہ رہتے تھے، لیکن پلک جھپکتے میں اور یہ احساس ہوتے ہی کہ کسی رفیق کی دل آزاری ہوئی ہے، جسے ٹھیس پہنچی ہو، جس کا دل دکھا ہو، اس سے معذرت طلب کرنے میں تاخیر نہ کرتے تھے، قصہ زمین بر سر زمین کے عادی تھے۔

میں نے ان کے ساتھ طویل مدت تک کام کیا، مختلف حیثیتوں میں کیا، وہ نہایت بے تکلف دوست، قابل اعتماد رفیق، مشفق، محب اور مہربان بزرگ تھے اور جماعت و تحریک کے حقیقی خیرخواہ بھی۔ تحریک ان کے رگ و ریشہ میں سرایت کیے ہوئے تھی اور خون کی طرح ان کے جسم میں گردش کرتی تھی۔ ان کا اوڑھنا بچھونا اور شب و روز کی سرگرمیوں کا محور، تحریک تھی۔

اگر میری گواہی قبول ہو سکے تو میں شہادت دیتا ہوں کہ انھوں نے بہت کچھ ترک کر کے اس راستے کو اختیار کیا تھا، حق مغفرت کرے ع

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

دسمبر کا مہینہ، خرم مرادؒ کی یاد کا مہینہ، ترجمان القرآن کا مہینہ

توسیع اشاعت مہم میں حصہ لیجیے

اپنے حلقہ تعارف میں چار پانچ افراد کو ضرور قائل کیجیے کہ سال میں صرف ایک دفعہ ۱۵۰ روپے ادا کر کے، بارہ ماہ تک، ہر ماہ پابندی سے، معارف و حکمت کا ایک خزانہ، اہل علم کی گراں قدر تحریریں، حالات حاضرہ پر بصیرت افروز نگارشات، زندگی کے عملی مسائل میں قرآن و سنت کی رہنمائی، اور ذاتی تربیت و تزکیہ کے لیے مفید سامان فراہم ہوتا رہے تو یہ نقصان کا سودا نہیں۔

☆ ۵ خریدار بنانے پر خصوصی تحفہ بھی پیش کیا جائے گا۔ (انتظامیہ)